کاشف اقبال نقشبندی*

دیوبندی بریلوی اختلافات:

سراج الدین امجد صاحب کے تجزیے پر ایک نظر[۱]

نظری آراء کا اختلاف نہ مضر ہے نہ اس کو مٹانے کی ضرورت ہے، نہ مٹایا جا سکتا ہے۔ اختلاف رائے نہ وحدت اسلامی کے منافی ہے نہ کسی کے لیے مضر، اختلاف رائے ایک طبعی امر ہے جس سے نہ کبھی انسانوں کا گروہ خالی رہا نہ رہ سکتا ہے۔ یہ اختلاف خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں بھی ہوتا رہا اور خلفاء راشدین اور عام صحابہ کرامؓ کے عہد میں امور انتظامیہ کے علاوہ نئے نئے حوادث اور شرعی مسائل جن کا قرآن وحدیث میں صراحتاً ذکر نہ تھا، ان کے استخراج میں جب انہیں اپنی رائے اور قیاس سے کام لینا پڑا تو ان میں اختلاف رائے ہوا جس کا ہونا عقل و دیانت کی بنا پر ناگزیر ہے۔ اسی طرح بعد میں تابعین عظام کا عمل بھی ہر ایک اہل علم کے سامنے ہے؛ لیکن صحابہ وتابعین کے اس پورے خیر القرون میں اس کے بعد ائمہ مجتہدین اور ان کے پیرووں میں کہیں ایک واقعہ ایسا سننے میں نہیں آیا کہ ایک دوسرے کو گمراہ یا فاسق کہتے ہوں یا کوئی مخالف فرقہ اور گروہ سمجھ کر ایک دوسرے کی اقتدا کرنے سے روکتے ہوں یا ان اختلافات کی بنا پر ایک دوسرے کے خلاف جنگ وجدل یا سب وشتم، توہین واستہزا کا بازار گرم کرتے ہوں؛ بلکہ ان مقدس زمانوں میں ایسا کوئی تصور ہی نہیں تھا۔

امام ابن عبدالبر قرطبی اپنی کتاب ''جامع بیان العلم'' میں سلف کے باہمی اختلافات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ یحییٰ بن سعید فرماتے ہیں:

> ''ہمیشہ اہل فتاوی فتویٰ دیتے رہے۔ ایک شخص غیر منصوص مسائل میں ایک چیز کو حلال قرار دیتا ہے اور دوسرا اسے حرام قرار دیتا ہے، مگر نہ حرام کہنے والا یہ سمجھتا ہے کہ جس نے حلال ہونے کا فتویٰ دیا، وہ ہلاک اور گمراہ ہو گیا نہ حلال کہنے والا یہ سمجھتا ہے'' (وحدت امت از مفتی محمد شفیع)

ہندوستان میں بھی انگریز کے برسر اقتدار آنے سے پہلے علماء کا آپس میں بعض مسائل ومعمولات میں اختلاف ہونے کے باوجود ایک دوسرے کے لیے احترام کا جذبہ غالب تھا۔

kashif.iqbal.naqshbandi@hotmail.com*

’’دیوبند و بریلی اختلافات سے مشترکات تک‘‘ کے موضوع پر ایک مضمون الشریعہ نامی ویب سائٹ پر نظر سے گزرا۔ صاحب مضمون کی فرقہ واریت اور مسلکانہ رنجشوں اور کدورتوں کی تلافی کے لیے لکھی جانے والی تمہید نے متاثر کیا۔ لیکن پورا مضمون پڑھ کر افسوس ہوا کہ عنوان اور تمہید تو اس قدر خوبصورت لیکن اندر سے مضمون سراسر بریلوی مکتب فکر کی ترجمانی۔

آنے والی سطور میں ہم غیر جانب دارانہ طریق سے دیوبندی اور بریلوی مکتب فکر کے نزاع اور صاحب مضمون کی بریلوی مکتب فکر کی ترجمانی کا جائزہ لیں گے۔

دیوبندی بریلوی مناقشہ: بحث مباحثہ سے مناظرہ تک‘ پر ایک نظر:

بعض حضرات اور شاید صاحب مضمون بھی ناواقفیت کی وجہ سے خیال کرتے ہیں کہ مروجہ میلاد شریف، عرس، قیام، قوالی، فاتحہ، نذر و نیاز وغیرہ یا دسواں، بیسواں، چالیسواں، برسی وغیرہ کے بدعت یا غیر بدعت ہونے میں دیوبندی مکتب فکر اور بریلوی مکتب فکر کے علماء میں جو اختلاف ہے یہی ان دونوں مکاتب فکر کے اختلاف کی بنیاد ہے۔ لیکن ایسا سمجھنا درست نہیں ہے کیونکہ ان مسائل میں اختلاف کا تذکرہ اس وقت سے ہے جب بریلوی یا دیوبندی لفظ کسی خاص مسلک کا ترجمان بنا تھا نہ عام لوگ ان ناموں سے آشنا تھے۔ شاہ محمد اسحاق دہلویؒ کی کتاب ’’مائۃ مسائل‘‘ میں مندرجہ بالا مسائل کی تفصیل موجود ہے جو دیوبندی اور بریلوی مکتب فکر کے مدارس کے قیام سے پہلے کی کتاب ہے۔ علاوہ ازیں ان مسائل کی یا ان جیسے دیگر مسائل کی حیثیت کسی بھی فریق کے ہاں ایسی نہیں ہے کہ ان کے تسلیم کرنے یا نہ کرنے سے کسی مسلمان کو کافر اور خارج از اسلام کہا جا سکے۔

جہاں تک مضمون نگار نے مولانا شاہ اسماعیل دہلوی اور مولانا فضل حق خیرآبادی کے اختلاف کا ذکر کیا ہے تو مولانا شاہ اسماعیل شہید دہلویؒ اور مولانا خیرآبادی کے درمیان مسئلہ امکان نظیر وغیرہ پر اختلاف تھا۔ یہ اختلاف خالصتاً علمی اختلاف تھا۔ دراصل شاہ اسماعیل دہلوی نے ’’تقویۃ الایمان‘‘ میں عموم قدرت باری تعالی کے تحت یہ لکھا کہ ’’اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو لاکھوں، کروڑوں نبی ولی جن و فرشتے جبرئیل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے‘‘ اس پر مولانا فضل حق خیرآبادی نے تنقید کرتے ہوئے کہا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام صفات کاملہ میں مثل اور نظیر محال ہے۔ یہاں ایک بات کی وضاحت کرتا چلوں؛ مولانا شاہ اسماعیل دہلوی اور مولانا فضل حق خیرآبادی کے درمیان اتنی بات متفق علیہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مثل نہ موجود ہے اور نہ ہو سکتا ہے، اختلاف اس پر تھا کہ نظیر کیوں نہیں ہو سکتی؟ علامہ فضل حق خیرآبادی کے نزدیک ممتنع بالذات ہے اور مثل مذکور مستلزم کذب باری ہے جب کہ مولانا شاہ اسماعیل دہلوی صاحب اس کا جواب دیتے ہوئے بیان فرماتے ہیں:

> ’’اس مقام پر اس قدر ثابت کرنا مقصود ہے کہ مثل مذکور قدرت الٰہیہ کے تحت داخل ہے مثل مذکور کا وقوع ثابت کرنا مقصود نہیں۔‘‘ (رسالہ یک روزی ص ۱۳۸)

آگے لکھتے ہیں:

''ہاں البتہ مثل مذکور کے وقوع کا قول کرنا کذب باری کو جائز ماننا ہے معاذ اللہ من ذالک، رہا مثل مذکور کے امکان کا قول کرنا پس وہ کذب باری کے امکان کو مستلزم نہیں'' (یک روزی ص۱۴۴)

آپ دیکھ رہے ہیں ساری بحث امکان نظیر کی ہے وقوع یا اثبات نظیر کو مولانا شہید بھی صحیح نہیں سمجھتے۔ رہی بات یہ کہ کیا مولانا شہید سے پہلے بھی کسی نے اس قسم کی مثال دی ہے تو اس ضمن میں تفسیر رازی سے امام رازی کا قول پیش کرتا ہوں۔ امام رازیؒ قرآن پاک کی آیت: ''وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيرًا'' (سورۃ الفرقان:۵۱) کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''آیت دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ قدرت رکھتا ہے اس بات پر کے ہر بستی کے اندر ایک رسول ایک نذیر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جیسا پیدا کردے''۔

بتائیے کیا فرق ہے، امام رازیؒ اور شاہ اسماعیل دہلویؒ کی ''تقویۃ الایمان'' والی مثال میں؟

اس کے علاوہ ایک غیر جانب دار شہادت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مولانا فضل حق خیر آبادی نے شاہ اسماعیل دہلوی شہید کے خلاف اپنے موقف سے رجوع کر لیا تھا۔ (دیکھیں ''امیر الروایات'' روایت امیر شاہ خان عن مفتی عنایت اللہ مرحوم)

مولانا فضل حق خیر آبادی جب مولانا شاہ اسماعیل دہلوی کے مخالف تھے تو مولانا خیر آبادی کے شاگرد مولانا سراج الدین لکھنوی اس مسئلہ میں شاہ اسماعیل دہلوی کے ساتھ تھے اپنے استاد کے ساتھ نہ تھے۔ اس سے مولانا خیر آبادی کے اختلاف کا وزن آسانی سے معلوم ہو سکتا ہے۔ مولانا سراج الدین نے اس مسئلہ میں مولانا خیر آبادی کے خلاف ایک رسالہ بھی لکھا جس کا نام تھا ''امکان نظیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم وامتناعہ'' دیکھیے مورخ الہند مولانا عبدالحئی لکھنوی کی کتاب ''نزہۃ الخواطر'' (ج/۷)

اس کے علاوہ مولانا حیدر علی رام پوری جو کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے شاگرد رشید تھے نے بھی مولانا فضل حق خیر آبادی کے رد میں متعدد رسائل لکھے۔

مولانا شاہ اسماعیل دہلوی کے بارے میں بدلے موقف کی تائید مولانا فضل حق خیر آبادی کے صاحبزادے مولانا عبدالحق خیر آبادی کے اس بیان سے بھی ہوتی ہے۔ مولانا احمد رضا خان بریلوی کی مولانا عبدالحق خیر آبادی سے جو گفتگو ہوئی، اسے ہم المیز ان کے ''احمد رضا نمبر'' سے نقل کرتے ہیں:

''(مولانا عبدالحق خیر آبادی صاحب نے مولانا احمد رضا خان بریلوی سے) پوچھا بریلی میں آپ کا کیا شغل ہے؟ فرمایا تدریس وتصنیف اور افتاء۔ پوچھا کس فن میں تصنیف کرتے ہو؟ اعلیٰ حضرت نے فرمایا جس مسئلہ دینیہ میں ضرورت دیکھی اور رد وہابیہ میں۔ علامہ نے فرمایا، آپ بھی رد وہابیت کرتے ہیں، ایک وہ ہمارا بدایونی خبطی ہے کہ ہر وقت اس خبط میں مبتلا رہتا ہے'' (ص۳۳۲)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا شاہ اسماعیل کے بارے خیر آبادی حضرات کا وہ موقف نہ تھا جو بدایونیوں اور بریلی کے حضرات کا تھا۔ اور وہ اس اختلاف کی شدت کو محض خبط کے علاوہ اور کچھ نہ تصور کرتے تھے۔

مولانا پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی مرحوم کی تحقیق میں مولانا خیر آبادی اور مولانا شاہ اسماعیل شہید میں جو بھی اختلاف تھا وہ محض اجتہادی تھا، ہدایت وضلالت کا اختلاف نہ تھا۔ پیر صاحب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظیر کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے یوں جواب دیا:

''اس مقام پر امکان یا امتناع نظیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اپنا مافی الضمیر ظاہر کرنا مقصود ہے نہ تصویب یا تغلیظ کسی فریقین کی اسماعیلیہ وخیر آبادیہ میں سے شکر اللہ تعالیٰ سعیہم۔ راقم سطور دونوں کو ماجور وثواب جانتا ہے۔'' (فتاویٰ مہریہ ص ۱۱)

حکیم محمود احمد برکاتی صاحب جن کی تعریف بریلوی مکتب فکر کے مولانا عبدالحکیم شرف قادری صاحب نے بھی کی ہے۔ (آپ فطری طور پر خیر آبادی خانوادہ سے گہری عقیدت ومحبت رکھتے تھے اور وقتاً فوقتاً اکابر خیر آبادی کی خدمات پر علمی اور تحقیقی کام کرتے ہیں) لکھتے ہیں۔

''مگر اس کے باوجود انہوں نے (یعنی شاہ اسماعیل شہید نے) جہاد کیا اور خدا کی راہ میں جان دے دی یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ان کے افکار امتناع نظیر، امکان کذب، شفاعت وغیرہ متعددہ سے ہمیں اختلاف ہے۔ ہمارے بزرگوں نے انہیں بروقت ٹوکا اور برحق ٹوکا مگر مجاہد وشہید ہونے سے انکار کی جرأت ہم میں نہیں ہے، دل کانپتا ہے۔'' (مولانا حکیم سید برکات احمد، سیرت اور علوم، ص ۲۸۱، ۲۸۲)۔

جہاں تک دیوبندی بریلوی اختلاف کو سمجھنے کے لیے صاحب مضمون نے مولانا قاسم نانوتوی مرحوم کی ''تحذیر الناس'' کا ذکر کیا ہے تو یہ اختلاف بھی دیوبندی بریلوی اختلاف کی بنیاد قرار نہیں دیا جا سکتا۔ مولانا قاسم نانوتوی نے اثر ابن عباسؓ کی تشریح وتوضیح کی، چونکہ اثر ٹھیک تھا تو ایسا مضمون ومفہوم بیان فرمایا کہ جس سے عقیدہ ختم نبوت بھی دلائل سے بیان ہو گیا اور روایت کا بھی صحیح مطلب بیان کر کے رد ہونے سے بچایا۔ دوسرا یہ کہ علماء کی آراء میں اختلاف ہو جانا کوئی عجیب بات نہیں ہے۔ مولانا عبدالحیٔ لکھنوی باوجود اثر ابن عباسؓ کی تشریح وتوضیح میں اختلاف کے تادم زیست مولانا قاسم نانوتوی کے ساتھ اخوت ومحبت کے ساتھ پیش آتے رہے جیسا کہ ''عمدۃ الرعایہ'' کے مقدمہ سے معلوم ہوتا ہے۔ باقی مولانا قاسم نانوتوی اور مولانا عبدالحیٔ لکھنوی کا اس اثر کے حوالے سے تقریباً اتفاق ہے اور مولانا عبدالحیٔ لکھنوی نے اثر ابن عباسؓ کی تصحیح پر باقاعدہ ایک رسالہ ''زجر الناس علی انکار اثر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا اور اس روایت کے مضمون کو درست سمجھا۔ جب کہ بریلوی مکتب فکر کے ممتاز علماء محض ''اثر ابن عباس'' کے مضمون کو درست سمجھنے والے کو ختم نبوت کا منکر سمجھتے ہیں۔ (دیکھیے عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ ص ۶۰)۔ باقی مولانا اشرف علی تھانوی کے کہنے کا مطلب یہ سمجھ میں آتا ہے کہ ہندوستان کے اہل علم حضرات نے مولانا قاسم نانوتوی کے اس نقطہ سے دلائل کی بنیاد پر اعتراض کیا مگر اس نقطہ کو بنیاد بنا کر تکفیر کسی نے نہیں کی۔

انوار ساطعہ:

اسی طرح مضمون نگار نے ''انوار ساطعہ'' کو دیوبندی بریلوی اختلاف کے ضمن میں ذکر کیا ہے۔ ''انوار ساطعہ''

کے بارے میں بتاتا چلوں کہ انوار ساطعہ مولانا عبدالسمیع رامپوری نے ۱۳۰۲ھ (الشریعہ ویب سائٹ کے مضمون پر کتاب کا سن طباعت کتابت کی غلطی سے ۲۰۳۱ھ لکھا ہے) میں ''انوار ساطعہ در بیان مولود فاتحہ'' لکھی جس کے جواب میں مولانا خلیل احمد سہارنپوری نے ۱۳۰۴ھ میں ''براہین قاطعہ علی ظلام انوار ساطعہ'' لکھی۔ صاحب مضمون نے انوار ساطعہ پر معاصرین علماء کی تقاریظ اور براہین قاطعہ پر کسی تقریظ کے نہ ہونے سے شاید یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ انوار ساطعہ میں موجود نظریات و معمولات تو اہل السنۃ والجماعۃ کے مصدقہ ہیں جب کہ براہین قاطعہ میں موجود عقائد و معمولات خود ان علماء کے تراشیدہ ہیں۔ اول تو براہین قاطعہ تقاریظ کے لیے دیگر ہم عصر علماء کو پیش ہی نہیں کی گئی دوم انوار ساطعہ میں جن مسائل کو اختلافی بتایا گیا ہے ہندوستان کے اکابر علماء اس پر اپنی رائے پہلے سے ہی دے چکے تھے۔ ذیل میں بریلوی دیوبندی مسلکی نسبتوں سے پہلے کے اکابر علماء کے معمولات و عقائد کا ذکر کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ (۹۷۱/ ۱۰۳۴ھ)

''ہر گاہ ہر محدث بدعت است و ہر بدعت ضلالت، پس معنی حسن در بدعت چہ بود''

ترجمہ......''جب ہر نئی بات بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے پس بدعت میں حسن وخوبی کے کیا معنی؟''

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کا یہ قول آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ حق جو باطل کے پردوں میں مستور ہو گیا تھا آپ نے مجددانہ عزیمت سے اور مجاہدانہ جدوجہد سے اسے اصلی صورت اور اصلی شان میں دنیا کے سامنے رکھ دیا۔ عاجز کے نزدیک ان کا سب سے بڑا کارنامہ ''بدعت حسنہ'' کی پردہ دری ہے۔ آپ سے اس دور میں کہ جب دیوبندی بریلوی مدارس قائم نہیں ہوئے تھے اور ''انوار ساطعہ در بیان مولود و فاتحہ'' اور ''براہین قاطعہ'' جیسی کتب بھی معرض وجود میں نہیں آئیں تھیں مولودخوانی سے متعلق پوچھا گیا کہ ''خوش الحانی سے قرآن شریف پڑھنا اور نعت و منقبت کے قصائد (خوش الحانی کے ساتھ) پڑھنے میں کیا مضائقہ ہے؟۔

حضرت امام ربانیؒ اس کا انتہائی بصیرت آمیز جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

''میرے مخدوم! فقیر کے دل میں آتا ہے کہ جب تک اس دروازہ کو مطلق طور پر بند نہ کریں گے اس وقت تک ابوالہواس باز نہیں آئیں گے اگر تھوڑا سا بھی جائز کریں گے تو بہت تک پہنچ جائے گا مشہور مقولہ ہے تھوڑا زیادہ کی طرف لے جاتا ہے۔'' (مکتوبات امام ربانی دفتر سوم، مکتوب نمبر ۲۷)

ملاحظہ فرمائیں کہ امام ربانی تو ایسی محفل میلاد کو جس میں قرآن خوانی اور نعت خوانی ہو کبھی جائز نہیں سمجھتے۔ بعینہ ایسے ہی مفہوم کا سوال جب علماء دیوبند میں سے مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب سے پوچھا گیا تو آپ کا جواب بھی یہی تھا جو امام ربانی مجدد الف ثانی کے مکتوب میں درج ہے کہ اس زمانہ میں ایسی مجلس مولود جس میں کوئی خلاف شرع امور نہ ہوں، درست نہیں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ:

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے زمانہ میں ہی ایک اور عظیم شخصیت حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تھی۔آپ نے عقائد اہل سنت اور معمولات اہل سنت کو صحیح شکل میں رکھنے کے لیے جو کاوشیں کی وہ قابل تحسین ہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ ایک جگہ لکھتے ہیں ''باجماعت نفل ادا کرنا مکروہ ہے'' (ماثبت بالسنہ) حضرت شیخ جماعت کے ساتھ نوافل ادا کرنے کو مکروہ فرمارہے ہیں جب کہ بریلوی مکتب فکر کے حضرات کے معمولات میں سے ہے کہ خصوصاً ۲۷/رمضان اور ۱۵/شعبان کی راتوں میں نوافل کی جماعت ہوتی ہے اور اسکے لیے باقاعدہ اعلانات کیے جاتے ہیں۔اسی طرح نماز کے بعد مصافحہ کرنے کو حضرت شیخ بدعت کہتے ہیں۔(اشعۃ اللمعات ج ۴ص ۲۴) حضرت شیخ قبروں پر قبوں کے جواز کے بھی قائل نہیں ہیں۔(شرح سفر السعادۃ ص ۳۴۹) اسی طرح میت کے کفن پر کچھ بھی لکھنے کو ناجائز فرماتے تھے۔(مکتوبات شیخ: مکتوب نمبر ۶۴)

قارئین کرام! یہ وہ معمولات ہیں جو بریلوی مکتب فکر کے لوگوں میں بڑی شدومد سے رائج ہیں اور ان کے خلاف کرنے والوں کو بریلوی مکتب فکر کے حضرات وہابی یا اہل سنت سے خارج قرار دیتے ہیں۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ:

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کی وفات کے ۸۰/سال بعد اور عالمگیر بادشاہ کی وفات سے چار سال پہلے امام الہند شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نواح دہلی میں پیدا ہوئے۔شرک وبدعات اور ہندوانہ چلن جو حضرت مجدد، شیخ عبدالحق اور سلطان عالمگیرؒ کی جدوجہد سے مٹنے لگے تھے، سلطان عالمگیر کی وفات کے بعد پھر سر اٹھانے لگے۔نام نہاد فقرا اور صوفیہ فقر کی بساط بچھا کر سادہ لوح مسلمانوں کے مال اور ایمان پر ڈاکہ ڈالنے لگے۔حجر پرستی کی جگہ قبر پرستی نے لے لی۔

ایک جگہ لکھتے ہیں:

''اور سب سے بڑی بدعت جو لوگوں نے اختراع کی وہ قبور کے بارے میں ہے اور ان قبروں کو انہوں نے عید بنا رکھا ہے'' (تفہیمات الٰہیہ ج ۲ص ۶۴)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

> ''جو اجمیر میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی یا سالار مسعود غازی کے مزار پر اس لیے گیا کہ وہاں اپنے لیے دعا کرے گا اور وہاں ضرور دعا قبول ہوگی تو اس نے بڑا گناہ کیا اور یہ ایسے ہے جیسے کوئی بتوں کو پوجے یا لات وعزیٰ کو پکارے۔'' (ایضاً ص ۴۵)

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ اس وقت بھی ایسے لوگ پورے پھیلاؤ کے ساتھ موجود تھے جس طرح کے نظریات کے حامل لوگ شہرِ خرافات میں آج موجود ہیں۔

علم غیب کے متعلق لکھتے ہیں:

''پھر جان لیجیے کہ لازم ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے واجب الوجود جل مجدہ کی صفات کی نفی کی جائے جیسے علم غیب اور عالم کی تخلیق وغیرہ اوران امور کی کمی ہر گز ان کی شان میں کمی نہیں کرتی'' (ایضاً ص ۲۴)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ:

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے صاحبزادے اور جانشین شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں:

''شرک وکفر کی باتوں میں سے ہے کہ ائمہ واولیاء کا رتبہ انبیاء علیہم السلام کے برابر جاننا، انبیاء علیہم السلام کے لیے لوازم الوہیت جیسے علم غیب کا عقیدہ رکھنا، ہر ایک کی پکار ہر ایک جگہ سے سن لینا تمام مقدورات پر ان کی قدرت (مختار کل) ماننا۔'' (تفسیر عزیزی ج ۱، ص ۵۲)

شاہ صاحب محدث دہلوی زیارات قبور کے لیے کوئی دن مقرر کرنے کے بارے میں پوچھے گئے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''زیارات قبور کے لیے کوئی دن مقرر کرنا بدعت ہے'' (فتاوی عزیزی)

قاضی ثناءاللہ پانی پتیؒ:

قاضی ثناءاللہ پانی پتیؒ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی جنہیں بیہقی وقت کہتے تھے، لکھتے ہیں: اولیاء کی قبور پر جو اونچی عمارتیں بناتے ہیں اور چراغاں کرتے ہیں اور اس قسم کے جتنے کام کرتے ہیں سب حرام یا مکروہ (تحریمی) ہیں۔ (مالابد منہ ص ۸۶)

دسواں، چالیسواں، برسی کے متعلق وصیت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''میرے مرنے کے بعد دنیوی رسمیں مثلاً دسواں اور بیسواں اور چالیسواں اور ششماہی اور سالانہ برسی عرس کچھ بھی نہ کریں'' (مالابد منہ ص ۱۶۱)

شاہ محمد اسحاق محدث دہلویؒ لکھتے ہیں:

''میت کے دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان مکروہ ہے اس لیے کہ احادیث سے اس کا ہونا معلوم نہیں ہوتا۔'' (مائۃ مسائل، ص ۶۴)

ملاحظہ فرمائیں کہ دیوبندی مکتب فکر کے علماء نے براہین قاطعہ میں کوئی نئے معمولات یا عقائد متعارف نہیں کروائے تھے بلکہ وہی عقائد ومعمولات جو ہندوستان میں سلف وخلف سے چلتے آرہے تھے، بیان کیے۔

ہندوستان کے اکابر علماء کے معمولات وعقائد سے کس نے اختلاف کیا؟

حضرت مجدد الف ثانیؒ کی تجدیدی فکر اور امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور ان کے جانشینوں کی علمی سوچ سے سب سے پہلے مولانا فضل رسول بدایونی (۱۲۱۳ھ، ۱۲۸۹ھ) نے اختلاف کیا۔ انگریز دور میں سرکار کے ملازم تھے۔ مشہور مؤرخ پروفیسر ایوب قادری صاحب لکھتے ہیں:

''مولوی فضل رسول بدایونی حکومت انگریزی کی ملازمت میں اول مفتی عدالت اور پھر کلکٹر میں رشتہ دار رہے۔'' (تذکرہ علماء ہند ص۳۸۲،۳۸۱))

مولانا فضل رسول بدایونی کی اکثر تصانیف انگریز ملازمین کی اعانت سے چھپتی تھیں۔ پروفیسر محمد ایوب قادری بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

''مولوی فضل رسول بدایونی کی تصانیف کی طباعت کے سلسلہ میں ایک بات خاص طور پر نوٹ کی کہ ان کی اکثر تصانیف کسی نہ کسی سرکاری ملازم کی اعانت سے شائع ہوئیں۔'' (جنگ آزادی 1857ء ص ۶۳)

مولانا پہلے شخص ہیں جنہوں نے مسلمانوں کے اقتدار علمی پر حملہ کیا۔ حضرت شاہ اسماعیلؒ اور حضرت شاہ محمد اسحٰق دہلویؒ تو ایک طرف آپ نے مجدد الف ثانیؒ اور شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے افکار ونظریات سے بھی اختلاف کیا۔ مشہور غیر مقلد مؤرخ محمد اسحاق بھٹی صاحب نے جو مولانا کے متعلق لکھا ہے، وہ کافی حد تک درست لکھا ہے اور مولانا فضل رسول بدایونی کی کتب اس پر صادق آتی ہیں۔ لکھتے ہیں:

''مولانا فضل رسول بدایونی بہت بڑے فقیہ اور مجادلہ ومناظرہ میں مشہور تھے۔ اپنے مسلک اور نقطۂ نظر میں سخت متعصب تھے۔ علماء سے مخاصمت اور بحث وجدل میں تیز تھے۔ مولانا اسماعیل شہید کی تکفیر کرتے تھے اور انہوں نے جو بدعات ورسومات کی تردید کی ہے، اسے غلط قرار دیتے تھے۔ بعض مسائل کی وضاحت کے سلسلے میں حضرت مجدد الف ثانی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کو بھی ہدف تنقید بنا لیتے اور اس ضمن میں بہت آگے نکل جاتے۔'' (فقہائے پاک وہند تیرہویں صدی ہجری، جلد سوم)

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے بارے ''بوارق محمدیہ'' میں لکھتے ہیں:

''شاہ ولی اللہ دہلوی کی ان کتابوں پر مطلع ہوئے تو ان کی (یعنی شاہ ولی اللہ محدث دہلوی) کی کتابوں کلمات فرقہ ظاہریوں (وہابی، نجدیوں) نے بہت دخل پایا۔ اگرچہ دوسری جگہ اس کے خلاف بھی پایا جاتا ہے'' (شوارق صمدیہ ترجمہ بوارق محمدیہ ص۶۰)۔

مولانا فضل رسول بدایونی کے خلاف شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے شاگرد مولانا سراج احمد سہسوانی نے رسالہ ''سراج الایمان'' لکھا۔

مولانا احمد رضا خان بریلوی امام ربانی مجدد الف ثانی کے بارے میں لکھتے ہیں۔

''کوئی مجددی ان کے قول (یعنی مجدد الف ثانی کے قول) سے استدلال کرے تو وہ جانے۔ ہم تو ایسے شخص کے غلام ہیں جس نے جو بتایا وحی سے بتایا خدا کے فرمانے سے کہا'' (ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ۳ ص۷۰)

مفتی احمد یار خان نعیمی بریلوی مکتب فکر میں جنہیں حکیم الامت جانا جاتا ہے، لکھتے ہیں:

''حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب وقاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمتہ اللہ علیہ بیشک بزرگ ہستیاں ہیں؛ لیکن یہ حضرات مجتہد نہیں تاکہ کراہت تحریمی وحرمت فقط ان کے قول سے ثابت ہو، اس کے لیے مستقل دلیل شرعی کی ضرورت ہے'' (جاء الحق ص۲۹۴)

مولانا محمد عمر اچھروی مولانا احمد رضا خان بریلوی کے شاگرد مولانا محمد حسین صاحب کے ہاں زیر تعلیم رہے۔ تذکرہ اکابر اہل سنت میں مولف مولانا عبدالحکیم شرف قادری صاحب (جن کے بارے میں بریلوی مکتب فکر کے مفتی اعظم پاکستان جناب مفتی منیب الرحمان صاحب چیئر مین رویئت ہلال کمیٹی لکھتے ہیں کہ بریلوی مسلک میں یہ حجت وسند کا درجہ رکھتے ہیں) انہیں اپنے اکابر میں شمار کرتے ہیں مولانا عمر اچھروی شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے بارے میں لکھتے ہیں:

''جب (حرمین شرفین سے) واپس پہنچے تو حالت دگر گوں ہو چکی تھی۔ اور اپنے والد ماجد کا عطیہ ولایت بھی کھو بیٹھے تھے حتی کہ والد ماجد کے سلجھے ہوئے مریدین نے جب ہتک آمیز کلمات بزرگوں کی شان میں سنے تو دست افسوس ملتے ملتے علیحدہ ہو گئے۔ محمد بن عبدالوہاب کے عقیدہ کی چند کتابیں بلاغ المبین وغیرہ انبیاء واولیاء کی توہین میں شائع کیں............دہلی میں شور برپا ہو گیا شاہ ولی اللہ وہابی ہو چکا ہے۔ چنانچہ حیات طیبہ کے ص ۱۲/ پر درج ہے کہ تمام علماء اسلام نے متفقہ طور پر فتوی کفر صادر کئے تو شاہ صاحب کا جدی و علمی وقار ہباء منثورا ہو گیا۔'' (مقیاس حنفیت ص ۵۷۶)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور شاہ رفیع الدین محدث دہلوی کے بارے میں لکھتے ہیں:

''ان دو حضرات نے ابھی اپنے دادا کے حنفی مذہب کو پسند فرمایا۔ لیکن آبی اثر ضرور ہوتا ہے کچھ نہ کچھ شاہ ولی اللہ صاحب کا معمولی سا رنگ چڑھا۔'' (ایضاً ص ۵۷۷)

قریب قریب یہی کچھ مولانا شاہ تراب الحق قادری صاحب کے اہتمام سے لکھی جانے والی کتاب ''مکمل تاریخ وہابیہ'' ص ۷۲ تا ۷۹ پر بھی درج ہے۔ ممبئی سے المیز ان کا احمد رضا نمبر چھپا تھا جس میں مولانا سید عبدالکریم علی ہاشمی یوں رقم طراز ہیں:

''اس مذہب کے آخری امام ابن عبدالوہاب جس نے یہ طریقہ اپنے شیخ طریقت شیخ محمد حیات سندھی سے لیا ہے اور اس نے مدینے کے ۱۲۷ استادوں سے لیا ہے شیخ احمد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے بھی ان ہی محدثین میں سے پانچ اصحاب حدیث سے حدیث سند حاصل کی ہے چنانچہ سب سے پہلے آپ مدینہ سے وہابی مذہب ہندوستان لے کر آئے۔'' (المیز ان کا امام احمد رضا نمبر ص ۶۱۰)

مولوی غلام مہر علی چشتیاں مولف ''دیوبندی مذہب'' لکھتے ہیں:

شاہ ولی اللہ نے ہگا، شاہ عبدالعزیز نے اس پر مٹی ڈالی مگر اسماعیل نے اسے ننگا کر کے سارے ملک کو متعفن کر دیا۔'' (عصمۃ النبی ص ۷،۸)

اس پورے پس منظر سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی ہے کہ ہندوستان میں دیوبندی مکتب فکر سے پہلے کے علماء واکابرین سے عقائد ومعمولات میں اختلاف کرنے والے حضرات بریلوی مکتب فکر سے ہیں اختلاف کا جو تخم مولانا فضل رسول بدایونی نے بویا تھا، وہ احمد رضا خان، مفتی احمد یار نعیمی، مولانا عمر اچھروی، شاہ تراب الحق قادری اور مولانا غلام مہر علی چشتی کی صورت میں تناور درخت بن چکا ہے۔ مولانا شاہ اسماعیل دہلوی اور مولانا فضل حق خیر آبادی کا اختلاف تو بعد کی بات ہے۔

مقرظین انوار ساطعہ:

اب آتے ہیں انوار ساطعہ پر تقاریظ لکھنے والے علماء کی طرف تو انوار ساطعہ پر تقاریظ لکھنے والے علماء باوجود بعض معمولات میں اجتہادی وفکری رائے کے اختلاف کے دیوبندی مکتب فکر کے علماء کی تکفیر و تفسیق نہیں کرتے تھے بلکہ باہمی عقیدت واحترام کے ساتھ تعلقات قائم تھے بلکہ بعض نے تو مولانا احمد رضا خان کی تکفیری کاوشوں کی حوصلہ شکنی کی۔ بعض علماء نے انوار ساطعہ کی بعض جزیات سے اپنی کتب میں اختلاف بھی کیا۔ ذیل میں اس ضمن میں چند مثالیں پیش خدمت ہیں۔

۱۔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ جو مولانا عبدالسمیع رامپوری کے پیرومرشد ہیں، ''ضیاء القلوب'' میں مولانا رشید احمد گنگوہی کے بارے میں لکھتے ہیں:

''جو شخص مجھ سے عقیدت رکھے، وہ مولوی رشید احمد صاحب سلمہ سے اور مولوی محمد قاسم صاحب سلمہ کو میری جگہ بلکہ مجھ سے بلند مرتبہ سمجھے، اگرچہ ظاہر میں معاملہ اس کے برعکس ہے کہ میں ان کی جگہ پر ہوں اور وہ میری جگہ پر اور ان کی صحبت کو غنیمت سمجھے کہ ان کے ایسے لوگ زمانے میں نہیں پائے جاتے اور ان کی برکت خدمت سے فیض حاصل کرے۔'' (ضیاء القلوب ص ۷۲)

۲۔ مولانا لطف اللہ علی گڑھیؒ آپ علماء دیوبند اور بانیان ندوۃ العلماء کو آخری زندگی تک مسلمان اور اہل سنت والجماعت سمجھتے تھے۔ آپ کے تلامذہ میں مولانا عبدالحق حقانی صاحب تفسیر حقانی اور پیر مہر علی شاہ گولڑوی جیسی برگزیدہ ہستیاں شامل ہیں۔ مولانا کے بارے میں احمد رضا خان اور ان کے ہمنواؤں نے یہ تاثر دیا کہ مولانا لطف اللہ علی گڑھیؒ بھی ندوۃ العلماء کے خلاف ہیں اور انہوں نے ندوۃ کے خلاف فتویٰ پر دستخط کیے ہیں جس کی بعد میں مولانا لطف اللہ علی گڑھیؒ نے تردید کی۔ مولانا احمد رضا خان کو مولانا لطف اللہ علی گڑھیؒ نے ایک مفصل خط تحریر کیا جس میں مولانا احمد رضا خان کو شغل تکفیر سے منع کرتے ہوئے فرمایا:

''ذرا غور فرمائیے! ہماری سختی اور تشدد نے ہمارے اہل سنت والجماعت کو اور بالخصوص احناف کو کیسے سخت صدمہ پہنچایا ہے......افسوس صد افسوس! ہمیں اپنے پاک مذہب کی ذلت پر ذرا نظر نہیں ہوتی، مولانا (احمد رضا خان بریلوی) ذرا خدا کے لیے غور کیجیے اور دشمنان دین کو ہم پر اور ہمارے پاک مذہب پر ہنسنے کا موقع نہ دیجیے''۔

اس مراسلت کا کوئی نتیجہ نہ نکلا بلکہ مخالفت کی آنچ تیز ہوگئی۔ ندوۃ العلماء کے لیے ندوۃ الجہلاء کا لفظ وضع کیا گیا۔......ندوۃ کے بعض علماء کی تکفیر بھی کی گئی۔ اس جنگ میں مولانا احمد رضا خان، مولانا عبدالقادر بدایونی اور مولانا نذیر احمد خان رامپوری شامل تھے (سیرت مولانا سید محمد علی مونگیریؒ ص ۱۷۱، ۱۷۲)

۳۔ مولانا فیض الحسن سہارنپوری صاحب کے بارے میں تذکرہ علماء اہل سنت و جماعت لاہور مولف پیرزادہ اقبال احمد فاروقی میں ہے مولانا نے عنوان باندھا ہے:

''مولانا قاسم سے دل لگی: مولانا قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند اور مولانا فیض الحسن سہارنپوری دونوں

میں گونہ ایسے تعلقات تھے کہ باہم مزاح وظرافت کی گفتگو کبھی کبھی ہو جایا کرتی تھی (ص ۱۸۵)

آگے اس ضمن میں ایک واقعہ بیان کیا ہے۔ الغرض یہ کہ اختلاف کی شدت اس طرز کی نہیں تھی کہ جس طرز کی بنیاد مولانا احمد رضا خان نے ڈالی، تفصیل آگے آ رہی ہے۔

۴۔ مفتی ارشاد حسین رام پوری صاحب سے کسی نے سوال کیا کہ ''انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اور اولیائے کرام کو سوائے قبر کے حاضر وناظر جان کر پکارنا بطور استمداد یا بایں نظر کہ وہ سنتے ہیں جس جگہ ان کو پکارے جائز ہے یا نہیں۔ آپ نے جواب دیا:

''حاظر اور ناظر اور ہر جگہ ہر وقت سننے والا جان کر کسی کو سوا اللہ تعالی کے پکارنا جائز نہیں'' (فتاوی ارشادیہ ص ۱۶۷)

معلوم ہوا کہ بعض معمولات میں فکری ورائے کے اختلاف کے باوجود اعتقادی اختلاف نہ تھا۔

(جاری)

خطبات راشدی (جلد دوم)

تقاریر: شیخ الحدیث مولانا ابوعمار زاہد الراشدی

مرتب: قاری جمیل الرحمٰن اختر

اھم عنوانات: علم حدیث سے محدثین کا استدلال، امام بخاریؒ اور علم حدیث، امام ابوحنیفہؒ کا سیاسی ذوق، فقہ حنفی کی تدوین، امام ابوحنیفہ کی فقہ، ہم حنفی کیوں ہیں؟ تدریسی عمل میں استاد کا کردار، اسلامی اور مغربی تعلیم میں فرق، انسانی حقوق اور سیرت النبی، انسانی حقوق کا مغربی فلسفہ

[صفحات: ۳۷۰]

اسوہ رہبر عالم ﷺ

(سیرت نبوی کے مختلف پہلوؤں پر تحریروں کا انتخاب)

ـــــ ازقلم: ابوعمار زاہد الراشدی ـــــ

ـــــ مرتب: ناصر الدین خان عامر ـــــ

[صفحات: ۱۲۴۔ قیمت: ۸۰ روپے]

(مکتبہ امام اہل سنت پر دستیاب ہیں)